طلبائے شعبہ اسلامیات، مانو کی سرگرمیوں کا آئینہ دار

اسلامی مطالعات

ISLAMI MUTALA'AT

جلد:1 شمارہ:3 صفحات:4 شعبہ اسلامک اسٹڈیز، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد اکتوبر و نومبر 2016ء محرم و صفر 1438ھ

زیر سرپرستی : ڈاکٹر محمد فہیم اختر
زیر نگرانی : مولانا محمد سراج الدین
مجلس مشاورت : ڈاکٹر محمد عرفان احمد
محترمہ سیدہ آمنہ، محترمہ ذیشان سارہ

مدیر : صالح امین
مجلس ادارت : سید عبدالرشید، محمد عامر
مجلس انتظامی : طفیل احمد، محمد خالد، صلاح الدین

شعبہ سے رابطہ کے لئے پتہ
شعبہ اسلامک اسٹڈیز، اسکول برائے فنون وسماجی علوم
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، گچی باؤلی، حیدرآباد 500032
فون نمبر: 040-23008364
ای میل: doismanuu@gmail.com
ویب سائٹ: www.manuu.ac.in

اداریہ — حرفِ آغاز

ہمیں بے حد خوشی ہے کہ ہم دیواری پرچہ ''اسلامی مطالعات'' کا تیسرا شمارہ اپنے وقت پر پیش کر رہے ہیں، گذشتہ شمارہ میں ہم نے وعدہ کیا تھا کہ ہم پابندی کے ساتھ ہر دو ماہ پر دیواری پرچہ کا نیا شمارہ لانے کی کوشش کریں گے۔ الحمد للہ کہ ہم اس وعدہ کو وفا کرنے پر قادر ہوسکے۔ اس پر ہم اللہ جل جلالہ کے حضور سجدۂ شکر بجالاتے ہیں۔

شعبہ اسلامک اسٹڈیز، مانو میں طلبہ کی تحریری، تقریری اور دیگر خوابیدہ صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور انھیں پروان چڑھانے کے لئے مختلف النوع مقابلوں، مباحثوں اور سرگرمیوں کا انعقاد کیا جاتا ہے، انھی پروگراموں کی ایک اہم کڑی دیواری پرچہ ''اسلامی مطالعات'' ہے، جس کے ذریعہ طلبہ اپنی تحریری صلاحیتوں اور قلمی کاوشوں کو منظر عام پر لاتے ہیں۔

گذشتہ شماروں کی طرح اس شمارہ کو بھی ہم نے اپنے بس بھر بہتر بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس شمارہ میں نو مضامین شامل کئے گئے ہیں، جو سب کے سب ہم طلبہ کی نوخیز فکری اور تحریری کاوشوں کی آئینہ دار ہیں۔ یہ مضامین متنوع موضوعات پر ہیں، اور ان میں اسلامیات کے بنیادی موضوعات کے ساتھ وقت کے نئے سوالات پر بھی ہمارے رفقاء نے خامہ فرسائی کی ہے۔ شعبہ کی خبریں بھی اس شمارہ کا حصہ ہیں، جس میں صرف گذشتہ دو ماہ کی سرگرمیوں کو شامل کیا گیا ہے۔ شمارہ کی پوری تیاری طلبہ کی اپنی کوششوں کا نتیجہ ہے، اس کی کمپوزنگ اور ڈیزائننگ بھی طلبہ نے ہی انجام دی ہے۔ اپنی سی اس ساری کوشش کے بعد ہم صرف اس کی کاپیوں کی ضروری تعداد فوٹو اسٹیٹ کے ذریعہ نکلوالیتے ہیں، اس طرح ہم کم خرچ میں بالانشینی کے لطف اٹھاتے ہیں۔

ہماری نوخیز اور ناپختہ کوشش جیسی بھی ہے' آپ کے ہاتھوں اور نگاہوں میں ہے۔ آپ کی قیمتی آراء ہمیں اس کو مزید بہتر بنانے میں یقیناً مددگار ثابت ہوں گی۔

اخیر میں ہم اپنے تمام اساتذہ کا شکریہ ادا کرنا چاہیں گے جن کی نگرانی اور رہنمائی میں یہ پرچہ موجودہ شکل میں منظر عام پر آیا ہے۔ ہم اپنے تمام سینئر اور جونیئر رفقاء کے بھی مشکور ہیں، جنھوں نے اس پرچے کی تیاری میں ہمارا تعاون کیا۔ اللہ ان سب کو جزائے خیر سے نوازے۔

☆☆☆

صالح امین

مسلمانوں میں ترجمے کی تحریک

سلیمان سعود، ایم اے، سال دوم

تہذیب ایک سلسلہ زنجیر ہے، جس کے سرے باہم مربوط ہیں اور ماضی بعید سے لیکر آج تک پھیلے ہوئے ہیں، ہر تہذیب نے پہلی تہذیبوں سے استفادہ کیا ہے، پرانی تہذیب سے اخذ کرنے کے بعد اس سلسلے سے اپنا تعلق قائم کیا، ان دو کڑیوں کو آپس میں ملانے کا کام ترجمہ کے ذریعہ ہوا جسے مسلمانوں نے انجام دیا۔

اس کی ابتداء باقاعدہ طور پر اموی دور میں ہوئی۔ اموی دور میں سب سے پہلے خالد بن یزید بن معاویہ متوفی 95ھ مطابق 709 نے مسلمانوں میں ترجمہ کی تحریک کا آغاز کیا۔ اعلام الحرب فی الکیمیا میں مذکور ہے کہ خالد بن یزید بن معاویہ نے سب سے پہلے یونانی علوم کو عربی زبان میں منتقل کرایا۔ اس سلسلہ میں ان کو اولیت حاصل ہے۔ (ص:17) اسی دور کے ماسرجویہ ہیں جو کہ ایک طبیب تھے اور مذہباً یہودی تھے، انہوں نے عمر بن عبدالعزیز کے لئے علم طب کی ایک کتاب جس کو ''اہرون بن عنین'' نے لکھا تھا کا ترجمہ کیا اور اس کا نام کناشتہ رکھا جس کے اندر ادویات اور ضابطے لکھے ہوئے تھے۔ اسی دور میں عبد المسیح حمصی نے ارسطو کی کتاب کا ترجمہ کیا تھا۔

دوسرا دور: جب عباسیوں کی سلطنت جم گئی اور خلیفہ ابوجعفر منصور کا دور آیا تو اس نے 136 ہجری میں سب سے پہلے ''خزانۃ الحکمۃ'' کے نام سے کتب خانہ تعمیر کرایا، پھر ہارون رشید نے خزانۃ الحکمۃ کو وسیع کر کے ''بیت الحکمۃ'' کی بنیاد رکھی۔ بیت الحکمۃ اپنے اندر مختلف شعبہ جات سمیٹے ہوئے تھا، جن میں لائبریری، تجربہ گاہ اور رصد گاہ وغیرہ اہم ہیں۔ بیت الحکمۃ کے اثرات انتہائی دور رس تھے، اس نے عباسی خلافت کے وسیع رقبہ میں سائنسی مزاج پیدا کیا، اسی دور سے تجرباتی سائنس کا آغاز ہوا۔ ترجمہ کی تحریک اب دھیرے دھیرے بڑھنے لگی، جس کے سبب یہ علم کا مرکز بن گیا اور اس مرکز کی مرکزیت کو دوبالا کرنے میں ہندوستان کے ایک طبیب ''ویدھانت'' جو اصلاً خلیفہ ہارون الرشید کے علاج کی غرض سے بغداد آیا تھا اس نے اور جندیشاپور کے ایک عیسائی طبیب ''بختیشوع'' نے اہم کارنامے انجام دیئے۔

اس کے علاوہ بیت الحکمۃ جیسے علمی مرکز میں ہزاروں علماء تحقیق میں مصروف تھے اور مختلف زبانوں کی اہم کتابوں کے ترجمہ ہوا کرتے تھے۔ مامون رشید نے قیصر روم کے پاس سے منطق اور فلسفہ کی اہم کتابیں منگوا کر ان کا ترجمہ کرایا۔ (ضحیٰ الاسلام:2/41)

ترجمہ کرنے والوں کے طبقات: مترجمین کے دو طبقات تھے: 1- آل بختیشوع، جورجیس جو عباسی دور میں منصور کے پاس تھا اسی کا ایک لڑکا بختیشوع تھا، اس کی نسل میں جو ترجمہ کرنے والے پیدا ہوئے وہ آل بختیشوع کہلائے۔ 2- آل حنین: حنین بن اسحاق جو عراق کا رہنے والا تھا، اس کا لڑکا اور بھتیجا اور اس کی شاگردی میں جو مترجمین پیدا ہوئے وہ آل حنین کہلائے۔

ترجمہ کرنے والوں کی قسمیں: 1- یونانی اور سریانی سے ترجمہ کرنے والے: ان میں قابل ذکر یہ افراد ہیں: ☆ ماسرجویہ ☆عبد المسیح الحمصی ☆حنین بن اسحاق ☆اسحاق بن حنین ☆قسطا بن لوقا بعلبکی۔ 2- فارسی اور ہندی سے ترجمہ کرنے والے: ان میں قابل ذکر یہ افراد ہیں: ☆یوحنا بن بطریق ☆ابن مقفع ☆ابوسہل بن نوبخت ☆ابوعبداللہ الفرازی ☆ابوالبشر متی بن یونس۔

اہم کتابیں جن کا ترجمہ ہوا: مذکورہ دونوں طبقوں اور قسموں اور ان کے علاوہ جن افراد نے جن اہم کتابوں کے ترجمہ کئے ان میں سے چند درج ذیل ہیں: 1- ''کتاب الاصول یا کتاب الارکان''، یہ کتاب اقلیدس کی فن ہندسہ پر ہے۔ اس کتاب کے کئی مترجمین نے کئی ترجمے کئے جن میں حنین بن اسحاق اور یوسف بن حجاج اہم ہیں۔ 2- السند ہند (سدھانتا)، یہ کتاب ہندوستان کے پنڈت ''برہما گپتا'' کی تھی، محمد بن ابراہیم الفرازی نے اس کا ترجمہ کیا اور ''السند ہند کبیر'' کے نام سے موسوم کیا۔ 3- ''المجسطی''، یہ کتاب بطلیموس کی فن فلکیات میں تھی، اس کو سریانی سے عربی میں حجاج بن مطر یا مطران نے ترجمہ کیا۔ اس کے علاوہ اور بہت سی اہم کتابیں ہیں جن کا ترجمہ کیا گیا۔

یہ ترجمے دو طرح سے کئے گئے: ایک لفظی ترجمہ اور دوسرا معنوی۔

ابتدا میں یونانی اور سریانی کے عربی ترجمے بہت گنجلک ہوا کرتے تھے؛ مگر آٹھویں صدی میں حنین بن اسحاق نے سلیس، رواں اور بامحاورہ عربی ترجمہ کیا۔ اس طرح جب فارس کے لوگوں نے اسلام قبول کیا تو علمائے فارس نے ترجمہ کے میدان میں اہم کارنامے انجام دیئے۔ اس وقت کے مترجمین نے ترجمہ کے ذریعہ ارسطو اور افلاطون کے فلسفہ سے اپنے ہم وطنوں کو متعارف کرایا اور بہت سی کتابیں بھی تالیف کیں؛ لیکن جب مسلمانوں میں علمی وفکری زوال آیا تو یہ تمام علمی سرمایہ یا تو یورپ منتقل ہوگیا جس پر یورپ نے اپنے علم وفن کی بنیاد رکھی یا پھر اس کا اکثر حصہ ضائع اور برباد ہوگیا۔ شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے اسی کو بہت دکھ بھرے انداز میں کہا ہے۔

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

☆☆☆

تدوین قرآن کے ادوار

سید مشتاق احمد خطیب، ایم اے، سال اول

حضور ﷺ پر جب قرآن نازل ہوتا تو آپ ﷺ اس کے یاد کرنے میں عجلت فرماتے پھر کاتبین وحی سے لکھواتے تھے۔ آپ ﷺ خود کتابت نہیں فرماتے کیوں کہ باطل پرست شک میں پڑ جائیں گے، کتابت قرآن کا سلسلہ ابتدائی نزول سے ہی جاری رہا۔ قرآن کی کتابت زیادہ تر باریک چمڑے پر ہوتی تھی جس کے لئے صحابہ کی ایک جماعت مامور تھی جن میں عثمان، علی، ابی بن کعب وغیرہ کے نام نمایاں ہیں۔

کتابت قرآن کے وقت حضور ﷺ فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورت کی فلاں آیت کے بعد لکھو۔ کتابت کی تکمیل پر آپ ﷺ دیکھ کر اس کے صحیح لکھے جانے کی تصدیق فرماتے تھے۔ عہد نبوی میں عامۃ المسلمین کے پاس بھی قرآن لکھا ہوا رہتا تھا، جیسے حضرت عمر کے ایمان لانے کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے اور جب حضور ﷺ نے وصال فرمایا تو متعدد صحابہ کے پاس پورا قرآن لکھا ہوا تھا۔

حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں قرآن مصحف میں مکتوب ومدون اور مرتب ہو چکا تھا؛ چنانچہ حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس قرآن کو چرمی پرزوں سے جمع کرتے تھے۔ عہد صدیقی میں قرآن کو لکھ کر ایک باضابطہ کتاب کی شکل دے دی گئی تھی، اس کی وجہ جنگ یمامہ بنی، جس میں کئی حفاظ صحابہ بالخصوص معلم قرآن سالم مولی حذیفہ بھی شہید ہوئے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کی ایماء پر زید بن ثابت اور دیگر صحابہ کو قرآن کی جمع وتدوین کے لئے مقرر کیا۔ یہ حضرات اس کار عظیم میں مصروف رہے اور تدوین کا کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں بہت سے معلم مقرر کئے جو مختلف قبائل میں قرآن لکھنا پڑھنا سکھاتے تھے؛ حتی کہ حضرت عمرؓ کی وفات ہوئی۔ اس وقت مصر سے عراق تک، شام سے یمن تک قرآن کے لاکھوں نسخے موجود تھے۔

حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد خلافت میں قرآن کو ایک رسم الخط پر جمع کیا، جس رسم الخط پر اس وقت کے تمام مہاجرین وانصار متفق تھے۔ اس کے لئے عثمان غنیؓ نے ابوبکر صدیقؓ والا نسخہ منگوا کر متفقہ قرأت کے مطابق اس کی نقلیں کروائیں اور ان کو تمام بلاد اسلامیہ میں بھیجوا دیا۔

☆☆☆

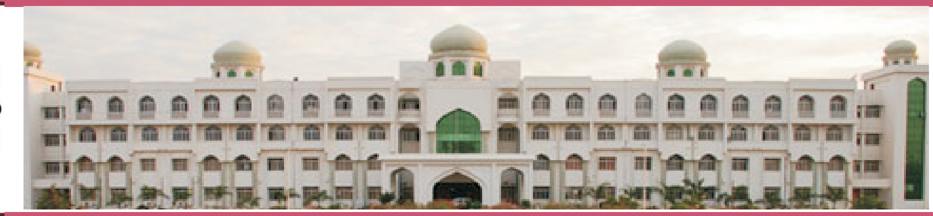

اسلام میں آزادی کا تصور

رضوان فردوسی، ایم اے، سال دوم

دنیا کے بہت سے الفاظ اور اصطلاحات کی طرح ''آزادی'' کا مفہوم بھی اسلامی لغت میں اس مفہوم سے بہت کچھ مختلف ہے جو دنیا کی دوسری قوم اس لفظ سے سمجھتی ہے۔اسلام کے نزدیک آزادی کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اللہ کے سوا ہر اطاعت و بندگی سے آزاد ہو جائے؛ یہاں تک کہ خود اپنی خواہشات اور اپنی قوم کی حاکمیت کا کوئی پھندا بھی اس کی گردن پر باقی نہ رہے۔

اور چونکہ اسلام دین فطرت ہے اور وہ سلیم فطرت کے تقاضوں کو پورا کرنے آیا ہے نہ کہ اس کو دبانے اور اس کا گلا گھونٹنے۔ اسلام کا پورا نظام حیات اسی بنیادی تصور پر مبنی ہے، اس میں کہیں قانون فطرت سے تصادم اور ٹکراؤ نہیں، اس نے انسان کے آزاد رہنے کے فطری حق کو تسلیم کیا ہے۔

اس کی بہترین ترجمانی ان کلمات سے ہوتی ہے جو عالم اسلام کے سفیر صحابی رسول ﷺ نے رستم ایران کے دربار میں کہے تھے اور ان پر اپنا مقصد ومنشا واضح کیا تھا کہ ہم اس لئے آئے ہیں کہ اللہ کے بندوں کو انسان کی بندگی اور غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں داخل کریں:''اللہ ابتعثنا لنخرج من شاء من عبادۃ العباد الی عبادۃ اللہ''۔ (البدایۃ والنہایۃ:39/7)

انسان کے اسی فطری حق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے اپنے ایک گورنر حضرت عمرو ابن العاص کو فرمایا کہ ان کو ان کی ماؤں نے تو آزاد جنا تھا، تم نے ان کو کب سے غلام بنا لیا؟ (سیرت عمر لابن الجوزی، ص:97) یہ آزادی کے اسی فطری حق کا اعلان واظہار ہے جو اسلام کی بنیادی تعلیمات کا ایک حصہ ہے، اس لئے کہ آزاد رہنا ہر فرد اور ہر قوم کا پیدائشی حق ہے۔

1- اظہار رائے کی آزادی: انسان کا اصل امتیاز اس کی رائے قائم کرنے اور سوچنے کی صلاحیت ہے جسے قرآن نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے تعبیر کیا ہے اور اسے نہ صرف یہ کہ انسان کا حق قرار دیا؛ بلکہ انسان کے لئے فرض کفایہ قرار دیا کہ وہ بھلائی کے لئے لوگوں سے کہے اور برائی سے روکے، اگر اس کے خلاف آواز نہیں اٹھائی اس کے انسداد کی فکر نہیں کی تو وہ گنہ گار ہوگا۔

2- شخصی آزادی کا تحفظ: اسلامی شریعت میں اس بات پر خاص توجہ دی گئی ہے کہ ہر شخص کو اپنے معاملات میں آزادی حاصل ہے؛ چنانچہ نکاح کے بارے میں ہر بالغ انسان کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی پسند سے نکاح کرے:''فانکحوا ما طاب لکم من النساء''۔(النساء:3) اسلام کا یہی مزاج تمام معاملات میں ہے، چاہے کسی پیشہ کو اختیار کرنے کا معاملہ ہو یا کسی خاص جگہ رہائش کا۔

3- تنقید واحتجاج کا حق: اسلام نے مظلوم کو یہ حق دیا ہے کہ اپنے حق کی خاطر پرامن احتجاج کرے اور ظالم کے خلاف آواز اٹھائے:''لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم''۔(النساء:148) اور اس کی تائید اور حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا:''انصر اخاك ظالماً او مظلوماً''(بخاری، حدیث نمبر:2312) اسی طرح آپ ﷺ نے مظلوم کے لئے علی الاعلان مظاہرہ اور احتجاج کا حق دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ان لصاحب الحق مقالاً''۔(بخاری، حدیث نمبر:2271)

4- مذہبی آزادی: اسلام ایک مکمل دین اور جامع نظام حیات ہے اور عملی زندگی کے ساتھ عقائد کے بارے میں بھی واضح تصورات پیش کرتا ہے، جو پوری طرح عقل کے مطابق اور فطرت سے ہم آہنگ ہیں، وہ اپنے پیش کئے ہوئے افکار واعمال کو حق سمجھتا ہے اور اس کے مقابلہ میں جو ادیان ہیں ان کو باطل تصور کرتا ہے؛ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ عقیدہ اور مذہب کے معاملہ میں جبر واکراہ کا قائل نہیں؛ بلکہ انسان کے تفکرات پر چھوڑ دیتا ہے:''لا اکراہ فی الدین''۔(البقرۃ:256) اور ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:''قل الحق من ربکم فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر''۔(کہف:29)

غرض اسلام ایسا مذہب ہے جو غلامی کے بجائے آزادی کی تلقین کرتا ہے، جس میں رنگ ونسل کے بجائے اخلاق وکردار کو تولا جاتا ہے اور جو انسانی شرافت وکرامت کے بنیادی تصور پر استوار ہے۔

☆☆☆

اسلام کی خصوصیات

عبد الرقیب، پی ایچ ڈی

اسلام کا مفہوم: اسلام وہ دین ہے جو اللہ نے اپنی آخری کتاب قرآن میں نازل کیا، جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے خود لی اور جو چودہ سو سالوں سے اسی طرح ہے جس طرح اللہ نے اسے نازل کیا، اس دین کا دوسرا سرچشمہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے جو دراصل قرآن کی توضیح وتشریح ہے کہ وہ اپنے قول، عمل اور تقریر کے ذریعہ قرآن کریم کی توضیح کریں۔

جہاں تک انسان کی آرا ونظریات کا سوال ہے تو وہ ہمیشہ قابل غور ہیں؛ کیونکہ انسان غلطی سے محفوظ نہیں، جب کہ اسلام اللہ کا دین، اس کی شریعت ،اس کی ہدایت ہے، جو انسان کے اقوال وآراء سے بالاتر ہے۔مسلمانوں کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے علاوہ کسی کی رائے ایسی نہیں ہے جس کو قبول کرنا مسلمانوں کے اوپر فرض ہو؛ البتہ ایسی رائے جس پر علماء مجتہدین کا اتفاق ہو، کیونکہ حدیث پاک سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح خلفائے راشدین کے طریقہ پر عمل کرنا بھی ضروری ہے؛ کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم پر لازم ہے کہ تم میری سنت کی پیروی کرو اور میرے تربیت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی کرو۔

خصوصیات اسلام: جس اسلام کو اللہ نے محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ سے ہم تک پہنچایا ہے ان کی کچھ اہم خصوصیات حسب ذیل ہیں:

1- اسلام عقل کو مخاطب کرتا ہے اور زندگی کے اہم مسائل میں غور وفکر کو عبادت قرار دیتا ہے۔ اسلام حکمت ودانش پر مبنی ہر فکر اور خیال کو قبول کرتا ہے، خواہ اس کا ماخذ ومنبع کہیں ہو اور وہ کہیں سے انسانیت کے سامنے آیا ہو۔ اسلام قدیم وجدید تمام ملتوں اور قوموں کے تجربات سے فائدہ اٹھاتا ہے، ان میں جو چیزیں اچھی ہوتی ہیں ان کو بغیر کسی تعصب کے قبول کرتا ہے۔ اسلام نہ ماضی سے اپنا رشتہ ختم کرتا ہے اور نہ حاضر سے اپنا تعلق توڑتا ہے اور نہ مستقبل سے غفلت برتتا ہے۔

2- اسلام لوگوں کو تجدید واصلاح کی دعوت دیتا ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ مسلمان ارتقاء کا ساتھ دیں اور ترقی کے سفر میں پیچھے نہ رہیں۔ اسلام کسی نئی چیز کو ناپسند نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی ایسی مشکل ہے جس کو حل کرنا اس کے لئے ناممکن ہو۔

3- اسلام نے ہر کام میں میانہ روی کو نہ صرف پسند کیا ہے؛ بلکہ اس کو امت کی ایک اہم خصوصیت قرار دیا۔

4 - اسلام معاشرے کی تشکیل اخوت اور وحدت انسانی کی بنیاد پر کرتا ہے۔ اسلام کی نظر میں تمام انسان آپس میں بھائی ہیں، یہ سب آدم کی اولاد اور اللہ کی مخلوق ہیں۔ اسلام اپنے معاشرے میں رہنے والے غیر مسلموں کا احترام کرتا ہے۔

5 - اسلام نے حکمرانوں کے انتخاب کا اختیار امت کو دیا ہے اور ساتھ یہ حکم بھی دیا ہے کہ اچھائی میں ان کی اطاعت کرو اور برائی میں ان کے احکام کی تعمیل نہ کرو۔

6- اسلام کے نزدیک اس امر میں کوئی حرج نہیں کہ مسلمان اپنے وطن سے محبت کریں اور اس کی اچھائیوں اور خوبیوں سے عزت حاصل کریں، بشرطیکہ وطن کی یہ محبت دین سے محبت کی راہ میں حائل نہ ہو۔

☆☆☆

اسلام میں طلاق

رخسانہ بیگم، ایم اے، سال اول

طلاق کے لغوی معنی: طلاق کے لغوی معنیٰ آزاد کرنے اور جدائی اختیار کرنے کے ہیں۔

طلاق کے شرعی معنی: طلاق کے شرعی معنیٰ رشتہ نکاح کو مخصوص الفاظ کے ذریعہ ختم کرنے کے ہیں۔

مسئلہ طلاق: انسانی زندگی کا تصور بغیر سماج کے ممکن نہیں اور سماج کی تشکیل بغیر خاندان کے ممکن نہیں اور خاندان کو وجود میں لانے کے لئے نکاح کی ضرورت ہوتی ہے اور جب نکاح ہوتا ہے تو خاندان وجود میں آتا ہے، جس کو ہم دادیہالی، نانیہالی اور سسرالی خاندان کے نام سے موسوم کرتے ہیں، جس کی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے سے مضبوط رشتہ قائم ہوتا ہے؛ لیکن طلاق کا مسئلہ اس کے برعکس ہے۔ آج کے دور میں لوگ طلاق کا غلط استعمال کر رہے ہیں اور چھوٹی چھوٹی بات پر طلاق دی جارہی ہے، جس کی وجہ سے ازدواجی زندگی ہی نہیں؛ بلکہ پورا خاندان اور سماج متاثر ہو رہے ہیں۔ شریعت نے جہاں طلاق کی اجازت دی، وہیں پر طلاق کو ناپسندیدہ عمل بھی قرار دیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے مبغوض اور ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔(ابوداؤد، حدیث نمبر:1863)

اسلام میں طلاق کی گنجائش کیوں رکھی گئی؟

اسلام میں طلاق کی گنجائش اس لئے رکھی گئی کہ اگر زوجین کے بیچ حالات پیچیدہ ہو جائیں اور ایک دوسرے کے ساتھ نباہ دشوار ہو جائے، ایسی صورت میں طلاق لیا جا سکتا ہے؛ لیکن اس کے بھی کچھ قوانین ہیں۔

اس کے برعکس اگر ہم ان مذاہب کو دیکھیں جن میں طلاق کی گنجائش نہیں رکھی گئی ہے جیسے ہندو، عیسائی مذہب، تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے سماج میں گندگی پھیلے گی اور اخلاقی بگاڑ کی راہ ہموار ہوگی۔ جس سے سماج، خاندان وغیرہ متاثر ہونگے۔ انہی چیزوں کو روکنے کے لئے اسلام میں طلاق کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

طلاق کی اقسام: طلاق کی تین قسمیں ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

1- طلاق رجعی: طلاق رجعی اس طلاق کو کہتے ہیں جس کی عدت کے دوران رجعت ہو سکے؛ یعنی ایک طلاق دی جائے اور پھر دوسرے طہر میں ایک اور طلاق دی جائے، ایسی صورت میں مرد اگر چاہے تو عدت گزرنے سے پہلے رجوع کر سکتا ہے اور اگر تیسرے طہر میں تیسری طلاق دی جائے تو طلاق مکمل ہو جائے۔ اس کے بعد مرد کو رجوع کرنے کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

2- طلاق بائن: طلاق بائن اس طلاق کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے زوجین میں کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا؛ اس طلاق میں مرد یکدم ہی عورت کو طلاق دیتا ہے جس کی وجہ سے رشتہ فوری ختم ہو جاتا ہے؛ البتہ عدت کے بعد دوبارہ نکاح کیا جا سکتا ہے۔

3- طلاق مغلظہ: طلاق مغلظہ ایسی طلاق کو کہتے ہیں جس میں عورت خاوند کے نکاح سے نکل جاتی ہے، حلت نکاح زائل ہو جاتی ہے اور وہ عورت پھر سے نکاح میں واپس نہیں آسکتی، صرف ایک استثنائی صورت ہے کہ وہ دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کرے اور کسی وجہ سے وہاں بھی اسے طلاق ہو جائے تو وہ اب پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔

مسئلہ تین طلاق: ان دنوں تین طلاق کے بارے میں کافی چرچا ہو رہی ہے اور لوگ لاعلمی کی وجہ سے طرح طرح کی باتیں کر رہے ہیں، سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تین طلاق دینا گناہ ہے اور جو بھی طلاق دے تو اسے چاہئے کہ سوچ سمجھ کر اور مشورہ کے بعد طلاق دے؛ کیونکہ اکھٹے تین طلاق دینے والا رسول ﷺ کی ناراضگی کا مستحق ہے اور گنہگار ہے۔

طلاق کا حق کس کو ہے؟ ☆ طلاق کا حق اسلام نے مرد کو دیا ہے جس کی کئی وجوہات ہیں جیسے اسلام نے مرد پر ذمہ داری ڈالی ہے اور مرد کو عورتوں کا قوام کہا ہے۔ (النساء:4) ☆ طلاق کی ایک صورت تفویض طلاق کی ہے، جس میں مرد حق طلاق بیوی کو سپرد کرتا ہے۔ ☆ خلع اس کا حق بھی عورت کو دیا گیا ہے، اگر عورت کو یہ اندازہ ہو کہ وہ ازدواجی زندگی کے حقوق اور ذمہ داریوں کو ادا نہیں کر سکتی تو وہ اپنے شوہر سے علاحدگی اختیار کر سکتی ہے جس میں عورت کو مہر کی رقم لوٹانی ہوگی۔ ☆ فسخ: اس کا فیصلہ اسلامی عدالت اور مسلم قاضی کے تحت ہوتا ہے، عورت کو مرد کے بارے میں شکایت ہو جیسے: نان نفقہ نہیں دیتا، اچھا سلوک نہیں کرتا، پاگل ہو گیا ہے وغیرہ تو وہ اپنا مقدمہ قاضی کے یہاں پیش کر سکتی ہے۔ ہندوستان میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ذریعہ ملک کے مختلف حصوں میں دارالقضاء قائم ہیں جہاں مسلم قاضی کے پاس مقدمہ درج کیا جاتا ہے۔

☆☆☆

ہاں، اسی شاخِ کہن پر پھر بنا لے آشیاں
اہلِ گلشن کو شہیدِ نغمۂ مستانہ کر
کیوں چمن میں بے صدا مثلِ رمِ شبنم ہے تو
لب کُشا ہو جا سرورِ بربطِ عالم ہے تو
آنکھ کو بیدار کر دے وعدۂ دیدار سے
زندہ کر دے دل کو سوزِ جوہرِ گفتار سے

علامہ اقبالؔ

شعبہ اسلامک اسٹڈیز کی علمی وثقافتی سرگرمیاں-ایک نظر میں

ابو الکلام، ایم اے، سال دوم

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں شعبہ اسلامک اسٹڈیز کا قیام 2012ء میں عمل میں آیا، خدا کے فضل وکرم اور یونیورسٹی انتظامیہ کی دلچسپی کے باعث شعبہ بہت قلیل عرصہ میں تعلیمی، تحقیقی اور ثقافتی لحاظ سے اپنا ایک معیار قائم کرسکا، علم وتحقیق کا یہ سفر اپنی تمام تر سرگرمیوں کے ساتھ رواں دواں ہے، سال رواں 2016 کے ماہ اکتوبر سے شعبہ میں جاری مختلف اور متنوع قسم کی سرگرمیوں کی ایک جھلک یہاں پیش کی جارہی ہے اس سے قبل کی خبریں گزشتہ شماروں میں پیش کی جا چکی ہیں:

شعبہ میں مہمانوں کی آمد

21 اکتوبر 2016ء کو شعبہ میں بین مذہبی مذاکرات کے لئے معروف تحقیقی ادارہ ''ہنری مارٹن انسٹیٹیوٹ'' سے عیسائی مذہبی اسکالرس پر مشتمل یوروپی وفد کی آمد ہوئی۔ ہالینڈ سے تعلق رکھنے والے اس وفد کا مقصد اسلام کے بارے میں تعارف حاصل کرنا اور غلط فہمیوں کو دور کرنا تھا، ڈاکٹر محمد فہیم اختر، صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز، مانو، نے پاور پوائنٹ پرزنٹیشن کے ذریعہ ''تعارف اسلام'' کے موضوع پر لیکچر دیا، مختلف پہلوؤں پر حاضرین نے عقائد اور سماجی مسائل سے متعلق سوالات کئے جن کے شافی جوابات صدر شعبہ نے دیئے، محترمہ سیدہ آمنہ (استاذ شعبہ) نے استقبالیہ کلمات پیش کئے۔

توسیعی خطابات

شعبہ اسلامک اسٹڈیز کی جانب سے موقع بموقع ملک کے نامور اسکالرس اور مختلف علمی وفنی موضوعات کے ماہرین کو توسیعی خطبات کے لئے مدعو کیا جاتا ہے۔ گزشتہ عرصہ میں درج ذیل لکچرز کا انعقاد عمل میں آیا۔

29 ستمبر 2016ء کو ایک اہم موضوع پر توسیعی لکچر کے لئے جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی کے صدر شعبہ برائے اسلامک اسٹڈیز اور معروف اسکالر پروفیسر اقتدار محمد خان صاحب کو مدعو کیا گیا، آپ کے لکچر کا موضوع تھا: ''وسط ایشیا کے مسلمان-ماضی اور حال کے تناظر میں''، جس میں انہوں نے وسط ایشیا کے ممالک کی دینی، تہذیبی وثقافتی، علمی اور سیاسی تاریخ پر مفصل روشنی ڈالی، حال کے آئینہ میں اس کی موجودہ تصویر دکھانے کی کوشش کی، شرکاء محفل نے لکچر سے بھرپور استفادہ کیا، اسی تقریب میں شعبہ کے ''سبجیکٹ اسوسی ایشن'' سے شائع ہونے والے شعبہ کی سرگرمیوں اور طلبۂ شعبہ کی تخلیقی ومطالعاتی کاوشوں کا آئینہ دار دوماہی دیواری پرچہ ''اسلامی مطالعات'' کے دوسرے شمارہ کا رسم اجراء بھی معزز مہمان کے ہاتھوں عمل میں آیا، اس پروگرام میں شعبہ کے اساتذہ، اسکالرس، طلبہ نیز دیگر شعبوں کے طلبہ نے بھی شرکت کی۔

اسلامی مطالعات فورم کے تحت سرگرمیاں

شعبہ اسلامک اسٹڈیز مانو کا ایک فعال اور متحرک پلیٹ فارم ''اسلامی مطالعات فورم'' ہے، جس کے قیام کا مقصد طلبہ کے اندر ہمہ جہت علمی وتخلیقی صلاحیتوں کو پروان چڑھانا اور ان کی فکری پرواز کو بلند کرنا ہے، اسی مقصد کے تحت ہر ہفتہ جمعرات کے روز منتخب موضوعات پر علمی، تحقیقی اور ثقافتی پروگرامس منعقد ہوتے ہیں، ابھی گزشتہ دوماہ میں جو پروگرامس ہوئے ان کی ایک مختصر روداد نذر قارئین ہے:

☆ **بیت بازی:** 22 ستمبر 2016ء کو شعبہ میں ''بیت بازی'' کا مقابلہ منعقد ہوا، جس میں شعبہ کی چار ٹیموں مصحفیؔ، انشاءؔ، انیسؔ اور دبیرؔ نے شرکت کی، کافی دلچسپ اور نتیجہ خیز مقابلہ رہا، ٹیم انشاءؔ کو اول، ٹیم انیسؔ کو دوم اور ٹیم دبیرؔ کو سوم مقام حاصل ہوا، قابل ذکر بات یہ ہے کہ عصر حاضر کے معروف نقاد اور ادیب پروفیسر شمیم حنفی صاحب نے اپنی تشریف آوری سے زینت بخشی، انہوں نے طلبہ کی کافی حوصلہ افزائی کی اور مبارکباد دی، انہوں نے کہا کہ شعروسخن سے دلچسپی اور عمدہ اشعار کا انتخاب خوش ذوقی کی علامت اور شخصی ارتقا کا اہم ذریعہ ہے، انہوں نے خاص طور پر شعروادب میں طالبات کی دلچسپی کو بہت سراہا اور اسے ان کے مستقبل کے لئے خوش آئند قرار دیا۔ اس اہم موقع پر جناب انیس احسن اعظمی (چیف کنسلٹنٹ مرکز برائے اردو زبان، ادب وثقافت CULLC مانو) اور ڈاکٹر فیروز عالم (CULLC) بھی موجود رہے، ڈاکٹر محمد فہیم اختر، صدر شعبہ، نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا، پروگرام میں شعبہ کے اساتذہ، اسکالرس، طلبہ نیز دیگر شعبوں کے طلبہ بھی موجود تھے۔

☆ **کوئز مقابلہ:** 6 اکتوبر 2016ء کو طلبۂ شعبہ کے درمیان ''کوئز مقابلہ'' منعقد ہوا، جس میں شعبہ کے اسکالرس وطلبہ نے جوش وخروش کے ساتھ حصہ لیا، مقابلہ میں کل پانچ ٹیمیں تھیں جن کے نام اس طرح تھے: رازی، فارابی، ابن سینا، البیرونی اور زہراوی۔ مقابلہ میں ٹیم رازی نے اول، ٹیم فارابی نے دوم اور ٹیم ابن سینا نے سوم پوزیشن حاصل کی، اخیر میں صدر شعبہ ڈاکٹر محمد فہیم اختر نے تمام شرکاء کو مبارکباد دی اور کہا کہ اس قسم کے مسابقے اور علمی مقابلے طلبہ کی ہمہ جہت ترقی میں غیر معمولی کردار ادا کرتے ہیں، اور مستقبل میں مسابقہ جاتی کامیابی میں معاون ہوتے ہیں۔

☆ **مباحثہ (انگریزی زبان میں):** 13 اکتوبر 2016ء کو فورم کے تحت ''سوشل میڈیا'' پر انگریزی زبان میں ایک گروپ ڈسکشن کا اہتمام کیا گیا، اس میں شرکاء کو چار گروپ میں تقسیم کردیا گیا تھا، سب نے موضوع سے متعلق مخصوص نکات پر آپس میں مباحثہ کیا اور سوشل میڈیا کے مثبت اور منفی پہلوؤں پر کھل کر اظہار خیال کیا، اور سوشل میڈیا سے مثبت استفادہ اور سماجی واخلاقی اعتبار سے مفید امکانات کا جائزہ لیا۔

☆ **مقالہ کی پیشکش:** 20 اکتوبر 2016ء کو فورم کی ہفتہ واری نشست میں شعبہ کے ایم فل اسکالر امانت علی نے ''انتخابات-اسلامی نقطۂ نظر'' کے عنوان پر مقالہ پیش کیا، اخیر میں موضوع سے متعلق مختلف زاویوں سے طلبہ واساتذہ کے درمیان تبادلہ خیال ہوا، اس موقع پر شعبہ کے اساتذہ، اسکالرس اور طلبہ کی بڑی تعداد موجود تھی۔

☆ **صرف ایک منٹ میں:** 27 اکتوبر 2016ء کو ایک مقابلہ ''صرف ایک منٹ'' (Just A Minute) منعقد ہوا، جس میں پی ایچ ڈی وایم فل اسکالرس اور طلبۂ شعبہ نے حصہ لیا، شرکاء کو مختلف علمی وسماجی موضوعات پر صرف ایک منٹ کے اندر اظہار خیال کرنا تھا، مقابلہ کافی دلچسپ اور کامیاب رہا، مقابلہ میں حکم کے فرائض جناب سراج الدین (اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامک اسٹڈیز، مانو) نے انجام دیئے، تین شرکاء نے بالترتیب پوزیشن حاصل کی، اول محمد خالد (ایم اے، سال دوم)، دوم شبانہ ملک (ایم اے، سال اول) اور سوم محمد عامر (ایم فل)۔

☆ **علمی تقریر:** 3 نومبر 2016ء کو فورم کے تحت ''ادارہ مخطوطات شرقیہ'' کے عنوان پر شعبہ کے پی ایچ ڈی اسکالر سید عبدالرشید نے علمی وتحقیقی اور معلوماتی لیکچر پاور پوائنٹ کے ذریعہ پیش کیا، ادارہ کی علمی اور تصنیفی خدمات پر مفصل روشنی ڈالی، شعبہ کے طلبہ نے بھرپور استفادہ کیا، پروگرام میں اساتذہ، اسکالرس اور طلبہ موجود تھے۔

☆ **شام اقبال:** 17 نومبر 2016ء کو فورم کے زیر اہتمام صدر شعبہ ڈاکٹر محمد فہیم اختر صاحب کی صدارت میں شاعر مشرق علامہ اقبالؒ کی یاد میں ''شام اقبال'' کے عنوان سے ایک شعری نشست منعقد ہوئی، جس میں اسکالرس وطلبہ نے منتخب کلام اقبال پیش کیا، نشست میں علامہ کے فکروفن، ان کی شاعری اور ان کے آفاقی پیغام پر مختلف زاویوں سے تبادلۂ خیال ہوا، شرکاء محفل خوب محظوظ ہوئے، پروگرام میں اساتذہ، اسکالرس اور طلبہ کی بڑی تعداد موجود تھی۔

طلبۂ شعبہ کی دیگر سرگرمیاں

شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے طلبہ اندرون شعبہ جاتی سرگرمیوں کے ساتھ یونیورسٹی سطح کی بین شعبہ جاتی سرگرمیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، اور ہر محاذ پر نمایاں کردار ادا کرتے نظر آتے ہیں، یونیورسٹی آزاد ڈے تقاریب 2016ء میں بھی طلبۂ شعبہ نے متعدد مقابلوں میں حصہ لیا، اور نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا، اور کئی طلبہ نے پوزیشن بھی حاصل کی۔ جن میں سید عبدالرشید (پی ایچ ڈی) نے تحریری مقابلہ میں دوسرا اور زیب النساء (ایم اے، سال دوم) نے ڈرائنگ مقابلہ میں تیسرا مقام حاصل کیا۔

اساتذۂ شعبہ کی سرگرمیاں

شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے تمام اساتذہ تدریسی سرگرمیوں کے ساتھ دیگر علمی وتحقیقی سرگرمیوں میں بھی شرکت کرتے رہتے ہیں، حالیہ سرگرمیاں درج ذیل ہیں:

☆ڈاکٹر محمد فہیم اختر (صدر شعبہ) نے شعبہ پولیٹیکل سائنس مانو کی جانب سے 9/نومبر 2016ء کو منعقدہ ''حقوق انسانی-اسلامی تناظر میں'' کے عنوان پر محاضرہ دیا، محاضرہ میں شعبہ کے اساتذہ وطلبہ موجود تھے۔

☆2016ء آزاد ڈے تقاریب کے تحت منعقد ہونے والے ''کوئز مقابلہ'' میں ڈاکٹر محمد فہیم اختر نے جج کے فرائض انجام دیئے۔

☆ڈاکٹر محمد فہیم اختر (صدر شعبہ) نے ملک کے مشہور تحقیقی وتصنیفی ادارہ ''انسٹیٹیوٹ آف آبجکٹیو اسٹڈیز، نئی دہلی'' کی جانب سے دہلی میں منعقدہ قومی تعلیمی کانفرنس میں شرکت کی اور ''ہمارے تعلیمی ادارے، صورت حال اور تقاضے'' کے موضوع پر تحقیقی مقالہ پیش کیا۔

☆ڈاکٹر محمد عرفان احمد (اسسٹنٹ پروفیسر) نے یو جی سی، ایچ آر ڈی سی، مانو کی جانب سے منعقد ہونے والے سات روزہ Induction Program میں شرکت کی۔

☆☆☆

جامعہ نظامیہ کا قیام اور اس کے مقاصد

محمد آصف، ایم اے، سال دوم

جامعہ نظامیہ (حیدرآباد) کا قیام 9/ ذی الحجہ 1292ھ مین ہوا، جس کو حضرت شیخ الاسلام انوا اللہ فاروقیؒ نے قائم کیا تھا۔ سب سے پہلے شیخ الاسلام نے مدرسہ نظامیہ کے نام سے ۱۲۹۲ھ میں مولوی مظفر الدین صاحب معلیٰ مرحوم (سابق مددگار ناظم ٹپہ، سرکار عالی) کے مکان واقع افضل گنج میں قائم کیا، بعض ضرورتوں کے باعث وہیں آس پاس کے دوتین مکانوں میں منتقل ہوتا رہا، لیکن جب مدرسہ میں دارالاقامہ کا انتظام ہوا، تو ۱۳۰۲ھ میں مولوی امیر الدین حسین صاحب مرحوم کے مکان واقع جنپہ دروازہ میں منتقل کیا گیا۔ مولوی امیر الدین حسین صاحب نے مدرسہ کو صرف مکان ہی نہیں دیا، بلکہ ہر طرح سے اس کی ترقی میں سعی کی، اور ایک عرصہ تک بلا معاوضہ مہتممی کی خدمات انجام دیتے رہے۔

اس کے بعد بعض اسباب کی بنا پر مدرسہ کو فیروز یار جنگ مرحوم کے مکان مین منتقل کیا گیا، نواب صاحب کا گھر بہت وسیع تھا، لیکن طلبہ کے لئے جگہ ناکافی ہونے کی وجہ سے ایک اور مکان مولوی رفیع الدین صاحب کا عاریۃ لیا گیا۔ اس کے بعد ۱۳۱۹ھ میں سرکار عالی نے محلّہ شاہ گنج میں ایک وسیع اور پختہ مکان مدرسہ کے لئے عنایت کیا۔ مگر چند سال بعد وہ بھی مکان ناکافی ہونے گا تو سرکار عالی سے ایک اور مکان محلّہ شبلی گنج میں عنایت ہوا، اور اس کی تعمیر وترمیم کے لئے بارہ ہزار روپے عنایت ہوئے، اور آج اسی مقام پر ملک کی عظیم وقدیم یونیورسٹی جامعہ نظامیہ قائم ہے۔

جن مدرسہ نظامیہ قائم ہوا تو اس وقت اس کی شکل ایک مکتب کی تھی، مگر شیخ الاسلام کی انتھک کوششوں کے سبب دکن اور ہندوستان، بلکہ عالم اسلام میں مدرسہ نظامیہ کے نام سے مشہور ہوگیا۔

جب مدرسہ نظامیہ کی شہرت ملک وبیرون ملک پھیلنے لگی تو ملک کے علم دوست اور حکومت کے ذمہ دار اصحاب کی تائید سے مدرسہ نظامیہ کو جامعہ نظامیہ سے ملقب کرنے کی خواہش کی، جس کی بناء پر ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی تحریک پر یوم تاسیس جامعہ نظامیہ منعقدہ ۱۹/ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ میں آئندہ سے مدرسہ نظامیہ کے بجائے جامعہ نظامیہ کہنے کی تجویز منظور ہوئی، اس ترمیم سے حکومت نے بھی اتفاق کیا، اور نواب سر حیدر نواز جنگ صدر اعظم حکومت حیدرآباد نے اعلان کیا کہ مدرسہ نظامیہ صرف مدرسہ نہیں ہے، بلکہ اس درس گاہ میں جملہ علوم وفنون کی تعلیم دی جاتی ہے، اس لئے اس کی حیثیت ایک جامعہ کی ہے، اور اب یہ مدرسہ نظامیہ کے بجائے جامعہ نظامیہ کہلائے گا۔

جامعہ نظامیہ کے قیام کے مقاصد یہی تھے کہ مسلمانو ں میں مذہبی شعور بیدار کیا جائے، نونہالان امت کو مذہب اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے ابھارا جائے، اور نوجوانان ملت کو اس کے کام کے لئے تیار کیا جائے۔ انہیں تقریر وتحریر کے زیور سے آراستہ کیا جائے، ان میں تصنیف وتالیف کی صلاحیت پیدا کی جائے، اور ان سے مسلک حق اہل سنت وجماعت کی حفاظت کی خدمت لی جائے، اور عقائد صیحہ کی ترویج کا کام لیا جائے۔

الحمد للہ آج جامعہ نظامیہ انہی مقاصد کی تکمیل میں ترقی کی راہوں پر گامزن ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ تقریبا دو لاکھ طالبان علوم اس چشمہ علوم سے فیضیاب ہوکر علماء، فضلاء، فقہاء، مفسرین اور محدثین کی حیثیت سے ملک وبیرون ملک اقطاع عالم میں خلق خدا کو فیضیاب کررہے ہیں۔

☆☆☆

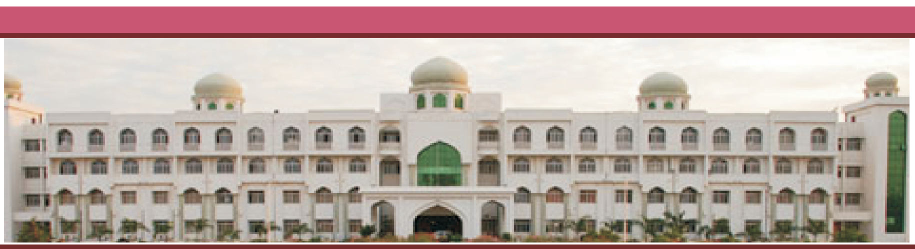

ابن سینا - حیات وخدمات

طفیل احمد، ایم اے، سال دوم

ابوعلی الحسین ابن عبداللہ جو ابن سینا کے نام سے معروف ہیں، یورپ ان کو Avicenna کہتا ہے۔ ان کی پیدائش 370ھ/980ء کو بخارا کے قریب خرمشین کے ایک گاؤں آخشنہ میں ہوئی، چھ سال کی عمر میں وہ اپنے والد ماجد کے ساتھ بخارا تشریف لائے جہاں ان کی تعلیم کا آغاز ہوا، دس سال کی عمر میں وہ حافظ قرآن ہو گئے، اس کے بعد مختلف اساتذہ سے انہوں نے ریاضی، فقہ، علم کلام وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ تعلیم سے دلچسپی کی وجہ تھی کہ وہ اسماعیلی داعیوں کی بھی صحبت میں رہے، جوان کے والد ماجد کے یہاں آیا کرتے تھے۔ منطق، فلسفہ، ہندسہ اور ہیئت کی تعلیم (المجسطی کے آخری اسباق تک) ابوعبداللہ الناتلی سے حاصل کی، جو ابن عبداللہ کے یہاں مقیم تھے۔ ذہنی نشو ونما کا یہ عالم تھا کہ وہ تھوڑے ہی دنوں میں اپنے استاذ پر سبقت لے گئے، وہ خود طبعیات، مابعد طبعیات اور طب کا مطالعہ کرتے تھے، اسی وجہ سے بہت جلد علم طب میں کمال حاصل کر لیا؛ کیونکہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ وہ ان چیزوں کا تجربہ بھی کیا کرتے تھے۔ محض 16-17 سال کی عمر میں ایک تجربہ کار طبیب بن کر سامنے آئے اور نوح بن منصور تاجدار بخارا کا علاج بھی کیا جو کہ کافی دنوں سے علیل چل رہے تھے، جس کے بعد ان کو کتب خانہ شاہی میں مہتمم مقرر کر دیا گیا۔

علم طب کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جب علم طب معدوم تھا تو بقراط نے اسے پیدا کیا، اس کی وفات کے بعد جالینوس نے اسے زندگی بخشی، جب وہ متفرق اور پراگندہ تھا تو رازی نے اسے سمیٹا اور جب وہ ناقص تھا تو ابن سینا نے اسے تکمیل کے دروازے تک پہنچایا۔

ابن سینا کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ 18 سال کی عمر تک پڑھنے میں مصروف رہے، جب کبھی مطالعہ کے دوران نیند کا غلبہ ہوتا تھا تو کوئی چیز پی لیا کرتے تھے؛ تاکہ نیند حاوی نہ ہو اور مطالعہ جاری رہے۔ ان کے مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ وہ نیند میں بھی مسائل کو حل کرتے تھے۔ اتنا کافی مطالعہ کرنے کے باوجود ابن سینا کو مابعد الطبعیات کا سمجھنا دشوار ہو رہا تھا، اسی درمیان ان کو فارابی کی کتاب ''الابانہ'' ہاتھ لگی اور اس کا مطالعہ کیا، جس کے نتیجہ میں ان کو یہ بات سمجھ میں آگئی اور اس کی وجہ سے اس قدر خوش ہوئے کہ فوراً سجدۂ شکر بجالایا۔

ابن سینا قوت حافظہ اور ذہانت وفطانت کی بدولت علم میں ترقی کر رہا تھا کہ اس دوران اس کے والد کی وفات ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی بخارا کے امیر کا بھی انتقال ہو گیا، جس کے یہاں ان کے والد ملازم تھے۔ پھر وہ 1001ء میں خوارزم پہنچا جہاں اسے علی بن مامون کے دربار میں ابوریحان البیرونی، ابونصر العراقی اور ابوسعید ابوالخیر جیسے علماء وصوفیہ سے ملنے کا موقع ملا، اس کے بعد اس نے عراق عجم کا رخ کیا، جہاں اسے اختلاف عقائد کے سبب محمود غزنوی کے خوف سے زیادہ دن ٹھہرنے کا موقع نہ مل سکا اور اپنی جان بچا کر 1009ء میں جرجان پہنچا، وہاں پر بھی اس کی قسمت نے ساتھ نہ دیا اور وہ ایک مخمصے میں گرفتار ہو گیا۔ 1015ء میں جرجان سے رے ہوتے ہوئے اس نے ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں جو دیالمہ (آل بویہ) کے انتزاع سلطنت پر اٹھ کھڑی ہوئی تھیں، بڑی پریشانی سے زندگی بسر کی، اس درمیان میں اسے کبھی وزیر، کبھی فلسفی، کبھی طبیب اور کبھی مشیر وناصح کی خدمت سرانجام دینے کا موقع ملا۔

1022ء کے آغاز میں اسے امیر علاء الدین ابوجعفر کاکویہ کی صحبت میسر آئی، جو ایک آزاد خیال عالم وفاضل تھا۔ ابن سینا ہمیشہ امیر موصوف کے ساتھ تھا تا آنکہ ابن فارس سے مقابلہ کے وقت ابن سینا علاء الدین کے ہمراہ تھا۔ اس مقابلہ کے درمیان میں ابن سینا بیمار ہوا اور جوں جوں مہم بڑھتا گیا، اس کی طبیعت بھی بگڑتی گئی، اسی بیماری کی حالت میں وہ نحیف وناتواں اصفہان لوٹا، جہاں اسے تندرستی میسر آئی؛ مگر جب وہ پھر سے ابوجعفر کے ساتھ ہمدان کا رخ کیا تو اس کی طبیعت بگڑ گئی اور مرض قولنج میں گرفتار ہوا جو کہ اسے پہلے ہی سے تھا اور بالآخر 4 رمضان 428ھ/21 جون 1037ء کو اس کا انتقال ہو گیا۔

ابن سینا ایک جامع العلوم فلسفی، طبیب، ریاضی داں اور ماہر فلکیات دنیائے اسلام کا شہرۂ آفاق سائنس داں تھا، جس کو مشرق نے بجا طور پر ''الشیخ الرئیس'' کے لقب سے یاد کیا ہے۔ ابن ابی اصیبعہ کا کہنا ہے کہ ابن سینا دنیا کی ہر نسل، ہر ملک اور ہر زمانے کے مشہور ارباب علم وفضل میں سے ایک تھا۔

ابن سینا کے تحریری مشاغل کا آغاز بہت پہلے ہی ہو چکا تھا؛ کیونکہ یہ جرجان، ہمدان اور اصفہان کے شاہی دربار سے منسلک تھا اور اسی دربار سے تعلق کی بناء پر اس کو اپنی تصنیف کو مکمل کرنے کا اچھا خاصا موقع ملا، مگر جب اس کی زندگی میں مصائب وآلام نے قدم رکھا تو اس نے سیر وسفر کے باوجود اپنی ضخیم کتابوں کا خلاصہ تیار کیا اور اس کے ساتھ ہی کئی ایک رسالے تیار کئے، اس کی تصانیف نظم ونثر دونوں شکل میں موجود ہیں، ان میں زیادہ تر عربی زبان میں ہیں اور کچھ فارسی میں بھی ہیں۔

ابن سینا صاحبِ بصیرت، ہمہ گیر ذہین وفطین اور جملہ علوم وفنون پر کافی دسترس رکھتا تھا۔ اسی وجہ سے کئی صدیوں تک اس کا قائم کردہ علم حکمت کا مینارہ نور چمکتا رہا۔ ابن سینا کی شہرہ آفاق کتابوں میں سے چند درج ذیل ہیں: الارجوزۃ السینائیۃ (اس کا دوسرا نام ''الارجوزۃ فی الطب'' بھی ہے)، اسباب حدوث الحروف، الاشارۃ الی علم فساد احکام المنجمین (اسے ''رسالۃ فی رد المنجمین'' بھی کہتے ہیں)، رفع المضار الکلیۃ عن الابدان الانسانیۃ، شفاء الاسقام فی علوم الحروف والارقام، القصیدۃ العینیۃ (تیس ابیات کا قصیدہ ہے جو ''القصیدۃ الغراء'' کے نام سے بھی مشہور ہے)، القصیدۃ المزدوجۃ فی المنطق، منطق المشرقین، المزدوجۃ فی المنطق۔

☆☆☆

خواتین کی قیادت

ماریہ حسن، ایم اے، سال اول

میڈیا میں مسلم خواتین کے بارے میں آج جو کچھ دکھایا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ وہ گھروں میں رہتی ہیں، ان پر ظلم وزیادتی کی جاتی ہے اور انھیں آگے بڑھنے سے روکا جاتا ہے۔ یہ رائے صحیح نہیں ہے۔ کس اسلامی ملک میں عورتوں کو پڑھنے کی اجازت نہیں؟ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ بہت سے اسلامی ممالک میں عورتوں کو مغربی ممالک کی طرح مردوں کے ساتھ مخلوط اور آزادانہ طور پر تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہیں ہوتی؛ لیکن ایسے ممالک میں ان کی تعلیم کا کافی اہتمام کیا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث عورتوں کو سماج کے ایک اہم کردار کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں، تاریخ کے اوراق مسلم خواتین کی ذہانت، بہادری اور دوسرے کارناموں سے بھرے پڑے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کی یاددہانی کرائی جائے اور اسلامی تاریخ میں عورتوں کے کردار کو سمجھایا جائے۔ آیئے ایسی ہی کچھ مثالیں آپ کے سامنے پیش کرتی ہوں۔

حضرت عائشہؓ ایک بلند پایہ عالمہ، سیاست داں اور ایک بہترین قانون داں تھیں۔ ایک دوسری مثال حضرت سمیہ بنت خباب کی ہے جو اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لائیں اور اپنی دولت اور خاندان دونوں کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیں۔ ایمان لانے کے بعد ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے؛ یہاں تک کہ وہ شہید کر دی گئیں۔ ان کی زندگی اس بات کا ثبوت ہے کہ عورت ظلم وتشدد کے باوجود حق کے لئے ثابت قدم رہ سکتی ہے؛ یہاں تک کہ اپنی جان بھی قربان کر سکتی ہے۔

بہادری کی مثال کیلئے مشہور ہیں حضرت رملہؓ، جنکو پیارے نبی نے مخالف اور دشمن فوج کے مقابلہ میں تعینات کیا تھا۔ وہ فوجیوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کو مرہم لگاتی تھیں۔ بہادری کی دوسری مثال نصیبہ ام عمارہؓ تھیں۔ یہ پہلی مسلم خاتون ہیں جنہوں نے کئی معرکوں میں حصہ لیا اور پیارے نبی ﷺ کے آس پاس حفاظت کرتے ہوئے دیکھی گئیں، خصوصاً غزوۂ احد میں جب اسلامی فوج بکھر گئی تھی تو دیکھا گیا کہ آپ مردوں کی طرح ہی زخم کھائی خون سے لت پت آپ ﷺ کی حفاظت فرما رہی ہیں۔

ایک دفعہ پیارے نبی ﷺ نے شفاؓ بنت عبداللہ عدویہ سے کہا کہ ان کی ایک زوجہ کو پڑھنا لکھنا سکھائیں۔ آپؓ ایک ذہین خاتون تھیں۔ قبول اسلام سے پہلے آپ مریضوں کا علاج کرتی تھیں، قبول اسلام کے بعد بھی پیارے نبی ﷺ کی اجازت سے آپؓ نے علاج ومعالجہ جاری رکھا۔ میڈیکل کی دنیا یہ صحابیہ ایک بہترین مثال ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اس صحابیہ کی صلاحیتوں کے پیش نظر بازار مدینہ کا ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا تھا، جس کو صحابیہ نے بخوبی انجام دیا۔ حضرت عمرؓ نے یہی کام مکہ کے بازار کے لئے ایک خاتون ثمرہؓ کے سپرد کیا، جسے اس خاتون نے بخوبی انجام دیا۔ ان دو صحابیات کو آج کے موجودہ دور میں بزنس اور معاشیات کے ماہر کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ ایک کامیاب تاجرہ تھیں۔

ہمیں خود سے سوال کرنا چاہئے کہ آج ہم آنے والی صنف نسواں کیلئے کون سی کامیابی کے نشان چھوڑ رہے ہیں، جن سے ہماری موجودہ تصویر بدل سکے اور انسانوں کی پھر ایک بہترین کھیپ تیار ہو سکے اور اس کام کے لئے شروعات کرنا ہوگا اور کوئی بھی آغاز کے لئے اپنی عمر نہ دیکھے۔ اگر ایسا کر لیں تو شاید آئینہ اقبال میں ہم منہ دکھانے کے قابل ہو سکیں گے، جنہوں نے 'عورت' کی اتنی عزت افزائی کی ہے کہ بس.....!!!

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

☆☆☆

امام شافعی اور ہندوستان میں فقہ شافعی

شبانہ ملک، ایم اے، سال اول

امام شافعیؒ تاریخِ اسلام کی چند مشہور ترین شخصیتوں میں سے ہیں۔ علوم اسلامیہ میں انہوں نے زندہ وجاوید اور تابندہ نقوش چھوڑے۔ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد ہر دور میں ان کے فقہی مسلک کی پیروکار رہی۔ ان کی تقلید نہ کرنے والے بھی ان کی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں اور ان کے اجتہادات وآراء کو بڑا احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ سیدنا حضرت امام شافعیؒ سے کون صاحبِ علم واقف نہ ہوگا۔ جن کی شہرت اللہ تعالیٰ نے چہار دانگ عالم میں پہنچائی۔

امام شافعیؒ کی ولادت 150 ہجری میں ملک شام میں واقع ایک شہر عسقلان کے ایک گاؤں ''غزہ'' میں ہوئی۔ نام ''محمد'' رکھا گیا۔ آپ کے والد کا نام ''ادریس'' تھا۔ اس طرح امام شافعیؒ کا نام اور ان کے والد کا نام نبیوں والا تھا۔ آپ کو رسول اللہ ﷺ سے خاندانی قربت حاصل تھی کہ آپ قریشی مطلبی ہیں۔ آپؒ کے والد کے پردادا کا نام شافع تھا، انہی کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو شافعی کہا جاتا ہے۔

آپؒ بہت ہی ذہین تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوی حافظہ عطا فرمایا تھا۔ آپؒ نے سات سال کی عمر میں ہی قرآن مجید مکمل حفظ کر لیا تھا اور احادیث کی اچھی خاصی تعداد آپؒ نے یاد کر لی تھی۔ دس سال کی عمر میں پوری مؤطا امام مالکؒ زبانی یاد کر لی تھی۔ والد کا انتقال کم سنی میں ہی ہو گیا تھا؛ اس لئے آپؒ کی پرورش کی ذمہ داری آپؒ کی والدہ نے انجام دی۔ آپ کی والدہ آپ کو بچپن ہی میں لے کر مکہ مکرمہ آ گئی تھیں۔

امام شافعی نے مکہ کے فقہاء اور محدثین سے تحصیل علم کا سلسلہ جاری رکھا۔ امام شافعیؒ نے مکہ کے علماء سے کسب فیض کے بعد طلب علم کے لئے خاص طور پر مدینہ منورہ اور عراق کا سفر کیا اور تمام شرعی اور ادبی علوم میں مہارت تامہ حاصل کی۔ کم عمری کے باوجود علمی فضل وکمال کی وجہ سے اکابر فقہاء میں ان کا شمار تھا۔

آپؒ نے جہاں مکہ مکرمہ میں مسلم بن خالد زنجی، سفیان بن عیینہ سے علم حدیث وفقہ حاصل کیا، وہیں مدینہ پہنچ کر حضرت امام مالک کی شاگردی اختیار کی اور مؤطا کی روایت کی۔ ان کے علاوہ مدینہ منورہ کے کئی اکابر اساتذہ سے استفادہ کیا۔

آپؒ کے شاگردوں میں بھی امام احمدؒ بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ جیسے مشہور ائمہ حدیث وفقہ ہیں۔

امام شافعیؒ کی تصنیفات: امام شافعیؒ کی تصنیفات میں ''الرسالۃ'' اور ''کتاب الام'' زیادہ مشہور ہیں۔ امام شافعیؒ کے کئی چھوٹے رسالے اور تصنیفات ''کتاب الام'' میں شامل ہیں، جیسے: ''کتاب اختلاف الحدیث''، ''کتاب بیان فرائض اللہ''، ''کتاب جماع العلم''، وغیرہ۔ ان کتابوں کے علاوہ آپؒ کی تصنیفات میں ''کتاب السنن''، ''احکام القرآن''، ''کتاب الاختلاف'' اور ''دیوان الامام الشافعی'' وغیرہ شامل ہیں، مسند الامام الشافعی آپؒ کی مرویات میں سے ہے اور حالیہ برسوں میں ''موسوعۃ الامام الشافعی'' کے نام سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے۔

ہندوستان میں فقہ شافعی: یہ حقیقت ہے کہ ہندوستان میں اسلام سب سے پہلے عرب تاجروں اور مسلمان درویشوں کے ذریعہ پہنچا۔ مسلمان تاجروں کے قافلے سمندری راستوں سے ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں داخل ہوئے اور ان کے ذریعہ جنوبی ہند، لنکا، مالابار، گجرات، تامل ناڈو وغیرہ میں عہد صحابہ میں ہی اسلام پہنچ گیا تھا؛ یہاں تک کہ جب ان کا تجارتی دائرہ وسیع ہوا اور رفتہ رفتہ ساحلی علاقوں میں ان کی آبادیاں قائم ہوئیں اور ملک کے دوسرے باشندوں کے ساتھ ان کی سکونت اور ان کا رہنا سہنا ہونے لگا تو انہوں نے کالی کٹ کے نام سے ایک تجارتی منڈی قائم کی لی۔ مہاراجہ سامری معجزہ شق القمر کی وجہ سے اسلام میں داخل ہوا اور لنکا کا راجہ سن 40 ہجری میں مسلمان ہوا اور کالی کٹ کے علاقہ میں پہلی صدی ہجری میں مالک بن دینار کے ہاتھوں ایک مسجد کی سنگ بنیاد رکھی گئی؛ بہرحال اس علاقے کے راجاؤں نے مسلمانوں کو اسلامی نظام کے ساتھ زندگی گزارنے کی پوری پوری آزادی تھی۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ کیرالہ کے علاقہ میں فقہ شافعی کو اپنایا گیا؛ یہی وجہ ہے کہ ریاست کیرالہ میں شوافع کی اکثریت ہے۔ اس کے علاوہ ریاست کرناٹک میں بھٹکل اور ریاست مہاراشٹرا میں کوکن کے علاقے میں شوافع بڑی تعداد میں ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی مسلک کی ترویج واشاعت میں علماء اور مدارس کا کردار بہت اہم ہوتا ہے۔ ریاست کیرالہ میں خاص طور پر مالابار اور کالی کٹ کو یہ شرف حاصل رہا ہے کہ وہاں عرب ممالک سے علماء کی آمد ورفت خاص طور پر یمن سے زیادہ رہی ہے۔

ہماری اس سرزمین ہند میں امام اعظمؒ کے اجتہادات پر عمل کرنے والوں کی اکثریت ہر زمانہ میں رہی ہے؛ البتہ بعض علاقے خصوصاً بحر عرب کے ساحلی علاقوں کے باشندے حضرت امام محمد بن ادریس شافعیؒ کے مقلد ہیں، مثلاً صوبہ مہاراشٹرا کا علاقہ کوکن ضلع اورنگ آباد، ناندیڑ اور اکولہ کے بعض مقامات، گوا صوبہ، کرناٹک میں شہر بھٹکل اور اس کے مضافات، صوبہ کیرالہ، صوبہ تمل ناڈو میں مدراس (چنئی) کے مضافات، حیدرآباد میں صلالہ وبارکس وغیرہ میں اکثریت ''فقہ شافعی'' کے ماننے والوں کی ہیں۔

☆☆☆